بسم اللہ الرحمن الرحیم

فون نمبر ۴۹ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ — عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر روشن دین تنویر

یوم پنجشنبہ

The Daily
ALFAZL
RABWAH

قیمت فی پرچہ ۱۲ پیسے

نمبر ۲۶	یکم تبلیغ ۱۳۴۵ ہش ۔ ۱۰ شوال ۱۳۸۵ھ ۔ یکم فروری ۱۹۶۶ء	جلد ۵۵/۲۰

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کامیابی کے لئے دُعا بہت بڑی سپر ہے

یونسؑ کی قوم گریہ وزاری اور دُعا کے سبب آنے والے عذاب سے بچ گئی

"خدا کا تلوّن بھی رحمت ہے۔ دیکھو یونس علیہ السلام کی قوم کے معاملہ میں قطعی الہام دے کر جب لوگوں نے چیخنا چلّانا شروع کیا تو عذاب ٹلا دیا اور رحمت کے ساتھ ان پر نگاہ کی۔ پس خدا کے تلوّن میں بھی ایک خاص لُطف ہے۔ مگر اس کو وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو اس کے سامنے روتے اور عجز و نیاز ظاہر کرتے ہیں۔ مجھے بارہا تعجب آتا ہے کہ لوگ اپنے جیسے انسان کی خوشامد تو کرتے ہیں مگر افسوس خدا کی خوشامد نہیں کرتے۔

یہ یاد رکھو کہ دُعا کے لئے اگر جلدی جواب مل جاوے تو عموماً اچھا نہیں ہوتا دُعا کرتے ناامید نہ ہو۔ دعا میں جس قدر دیر ہو اور اس کا بظاہر کوئی جواب نہ ملے تو خوش ہو کر سجدہ ہائے شکر بجا لاؤ کیونکہ اس میں بہتری اور بھلائی ہے۔ توقف کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔

دُعا بہت بڑی سپر کامیابی کے لئے ہے۔ یونسؑ کی قوم گریہ وزاری اور دعا کے سبب آنے والے عذاب سے بچ گئی۔ میری سمجھ میں معاتبت، مغاضبت کو کہتے ہیں اور حوت مچھلی کو کہتے ہیں اور نون تیزی کو بھی کہتے ہیں اور مچھلی کو بھی پس حضرت یونسؑ کی وہ حالت ایک مغاضبت کی تھی۔ اصل یوں ہے کہ عذاب کے ٹل جانے سے ان کو شکوہ اور شکایت کا خیال گذرا کہ پیشگوئی اور دعا یونہی رائیگاں گئی اور یہ بھی خیال گزرا کہ میری بات پوری کیوں نہ ہوئی پس یہی مغاضبت کی حالت تھی۔ اس سے ایک سبق ملتا ہے کہ تقدیر کو اللہ بدل دیتا ہے اور رونا دھونا اور صدقات فرد قرارداد جرم کو بھی ردّی کر دیتے ہیں۔ اصول خیرات کا اسی سے نکلا ہے۔ یہ طریق اللہ کو راضی کرتے ہیں۔ علم تعبیر الرؤیا میں مال کلیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے خیرات کرنا جان دینا ہوتا ہے۔ انسان خیرات کرتے وقت کس قدر صدق و ثبات دکھاتا ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ صرف قیل و قال سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ عملی رنگ میں لا کر کسی بات کو نہ دکھایا جائے۔ صدقہ اسی لئے اس کو کہتے ہیں کہ صادقوں پر نشان کر دیتا ہے۔ حضرت یونسؑ کے حالات میں دُرِّ منثور میں لکھا ہے کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ جب تیرے سامنے کوئی آوے گا تب تجھے رحم آجاوے گا۔

ایں مشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم"

(ملفوظات جلد اوّل ص ۲۳۷، ۲۳۸)

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۳۱ جنوری۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز چند یوم کے لئے ربوہ سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ اس عرصہ کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ربوہ میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کو امیر مقامی مقرر فرمایا ہے۔

ربوہ ۳۱ جنوری۔ حضرت سیدہ ام مظفر احمد صاحبہ مدّ ظلہا عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں آجکل آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہے۔ احباب خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ موصوفہ کو اپنے فضل سے صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

ربوہ ۳۱ جنوری۔ مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب بی۔ ایس سی، ایم ایڈ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول و مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو جو معدہ کے اپریشن کے بعد سے میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھے۔ اب لاہور سے ربوہ لے آیا گیا ہے۔ حالت تاحال بہت تشویشناک ہے۔ احباب جماعت درد و الحاح سے دعائیں جاری رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دستِ قدرت سے شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ربوہ ۳۱ جنوری۔ محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کے فرزند عزیز بشیر الدین صاحب شمس کی کلائی کی ہڈی کھیل کے دوران گرنے سے ٹوٹ گئی ہے علاج ہو رہا ہے۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہڈی صحیح طور پر جڑ جائے اور عزیز کو صحتِ کاملہ و عاجلہ نصیب ہو۔ آمین

ربوہ میں ڈاک پوسٹ کرنے کے اوقات

اہل ربوہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ربوہ میں ڈاکخانہ کے لیٹر بکس سے ڈاک نکلنے کا آخری وقت سوا تین بجے سہ پہر مقرر ہے۔ یعنی جو خطوط سوا تین بجے تک اس لیٹر بکس میں ڈالے جاتے ہیں وہ اسی روز روانہ کر دیئے جاتے ہیں۔ البتہ ریلوے سٹیشن کے لیٹر بکس میں رات کے بارہ بجے تک جو خطوط ڈالے جائیں وہ بھی اسی روز ارسال کئے جاتے ہیں۔ جو لوگ سوا تین بجے کے بعد خط پوسٹ کریں اور وہ چاہتے ہوں کہ ان کا خط اسی روز بذریعہ ڈاک روانہ ہو جائے انہیں چاہئے کہ وہ ریلوے سٹیشن کے لیٹر بکس میں ہی پوسٹ کریں۔

سب پوسٹ ماسٹر ربوہ

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی سے شائع کی

روزنامہ الفضل ربوہ
یکم فروری ۱۹۶۶ء

نماز اسلامی زندگی کا خزانہ ہے

اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کے لئے لازمی قرار دیا ہے کہ وہ کلمہ شہادت پرخلوص دل سے ایمان لائے۔ نماز قائم کرے۔ ماہ صیام کے روزے رکھے۔ صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کرے۔ استطاعت ہو تو کعبۃ اللہ کا حج کرے۔ یہ پنج بنائے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان میں سے نماز ایک ایسی چیز ہے جو روزانہ پانچ وقت بجالانی چاہیئے اور کلمہ شہادت ایسی چیز ہے جس کا ورد ہر وقت ہونا چاہیئے۔ ذکر اللہ کے یہی معنے ہیں کہ انسان ہر وقت اپنے ایمان باللہ والرسول کا اقرار کرتا رہے۔ تاہم ذکر اللہ ایسی چیز ہے جو مخفی طور پر بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر نماز کی صورت ایسی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کو ایک مسلمان کا نشان امتیاز کہنا چاہیئے۔ اور اس کے بغیر کوئی انسان نہ تو ظاہر طور پر اور نہ باطن مسلمان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے نماز اسلامی ثقافت کا ایک اہم ترین جزو ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں نماز معاف فرمادی جائے۔ کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں۔ مویشی وغیرہ کے سبب سے کپڑوں کا کوئی اعتماد نہیں ہوتا۔ اور نہ ہمیں فرصت ہوتی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں تو ہے ہی کیا؟ وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجاآوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی کمال مذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا۔ یہی نماز ہے۔ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اس کی رحمت کو جنبش دلانا پھر اس سے مانگنا۔ پس جس دین میں یہ نہیں وہ دین ہی کیا ہے۔ انسان ہر وقت محتاج ہے اس سے اس کی رضا کی راہیں مانگتا رہے اور اس کے فضل کا اسی سے خواستگار ہو کیونکہ اسی کی دی ہوئی توفیق سے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اے خدا ہم کو توفیق دے۔ کہ ہم تیرے ہو جائیں اور تیری رضا پر کاربند ہو کر تجھے راضی کرلیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اسی کا خوف۔ اسی کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے۔ اور یہی دین ہے۔ پھر جو شخص نماز ہی سے فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا؟ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا۔ یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرت کفار ہے بلکہ جو دم غافل وہ دم کافر والی بات بالکل راست اور صحیح ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم ص۲۵۳ و ص۲۵۴)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں نماز کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذکر الٰہی بھی نماز ہی کا ایک حصہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حج بھی نماز ہی کی ایک خاص صورت ہے۔ جو طواف وغیرہ اور دیگر شعائر اللہ کی پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ نماز کے وقت انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے خاص طور پر پیش ہو کر عرض معروض کرتا ہے اور اپنی عاجزی اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور رحاجت روا ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ حج کی صورت میں بھی انسان اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ اور لبیک لبیک کہہ کر دنیا و مافیہا کو بھول کر صرف اپنے آقا کا خیال رکھتا ہے۔ اور اپنے تمام اعمال سے اسی کا اظہار کرتا ہے۔

زکوٰۃ میں انسان اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرتا ہے۔ نماز میں بھی انسان اپنا وقت صرف کرتا ہے۔ اور جو وقت وہ دنیا کا مال کمانے میں خرچ کرسکتا تھا وہ نماز میں خرچ کرتا ہے۔ الغرض نماز عبادت الٰہی کا بنیادی پتھر ہے۔ اسی لئے نماز کے متعلق کہا گیا ہے۔

الصلوٰۃ معراج المومن

یعنی نماز مومنوں کا معراج ہوتا ہے۔ پھر مندرجہ ذیل شعر میں بھی نماز کی بنیادی حیثیت ہی کا اظہار کیا گیا ہے۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اوّلیں پرسش نماز بود

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز کی اہمیت بار بار واضح فرمائی ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"اصل میں قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے۔ تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنا ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اس کا بُعد اور دُوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے، اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے۔ جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے۔ جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہونچے گا"

(ملفوظات جلد پنجم ص۲۵۵)

افسوس ہے کہ آجکل مسلمانوں نے نماز کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ایک بہت قلیل تعداد ہے جو اس بنیادی فریضہ کو ادا کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اسلام سے غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اصل میں مسلمانوں نے جب سے نماز کو ترک کیا یا اسے دل کی تسکین آرام اور محبت سے اس کی حقیقت سے غافل ہو کر پڑھنا ترک کیا ہے۔ تب ہی سے اسلام کی حالت بھی معرضِ زوال میں آئی ہے۔ وہ زمانہ جس میں نماز سنوار کر پڑھی جاتی تھیں۔ غور سے دیکھ لو کہ اسلام کے واسطے کیسا تھا۔ ایک دفعہ تو اسلام نے تمام دنیا کو زیر پا کر دیا تھا۔ جب سے اسے ترک کیا وہ خود متروک ہوگئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم ص۲۵۵)

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مسلمان بطور مسلمان کے دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو ان کو نماز کی پابندی اختیار کرنی چاہیئے۔ بغیر اس کے مسلمان مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور نہ وہ اسلام کا کوئی تقاضا پورا کر سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز ہی وہ خزانہ ہے جس میں اسلامی زینت کے جواہرات ہیں۔ یہی وہ چشمہ آب حیات ہے جس سے انسان حیات جاودانہ حاصل کر سکتا ہے۔

روزنامہ الفضل کا فضلِ عمر نمبر

احباب جماعت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مارچ ۱۹۶۶ء میں سیدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں الفضل کا ایک نہایت اہم خاص نمبر شائع ہوگا جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ اہم اور قیمتی مضامین پر مشتمل ہوگا۔ اور متعدد تصاویر سے بھی مزین ہوگا۔

جملہ اہل قلم حضرات سے درخواست ہے کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم الشان دینی اور ملی کارناموں پر اور حضور کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اپنے قیمتی مضامین جلد سے جلد ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اسلام اور دُنیا کے دیگر مذاہب

تقریر محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے۔ برموقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء

جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۶۵ء کے موقع پر مؤرخہ ۲۰ دسمبر کے پہلے اجلاس میں محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے سابق صدر شعبہ نفسیات پنجاب یونیورسٹی نے مندرجہ بالا عنوان پر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی تھی:۔

میرا عنوان اسلام اور دنیا کے دیگر مذاہب ہے۔ عنوان سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظریات اور اسلامی عبادات کا مقابلہ۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کے نظریات اور ان کی تعلیمات اور عبادات سے کروں گا۔ اور ایسا ہو بھی سکتا ہے اور کئی طبائع کو اس کا شوق بھی ہوتا ہے اور بعض کا شوق تو وہم کی حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اسی مقابلے کو اصل مقصود بنا لیتے ہیں لیکن میں ایسا نہ کروں گا۔ میرے مضمون میں اگر کچھ مقابلہ کی کوشش ہوئی تو وہ ضمنی اور ثانوی صورت کی ہوگی۔

ایک خاص طبقہ

یہ اس لئے کہ میرے مدّنظر اسلامی تعلیمات اور اسلامی امتیازات کا بیان کرنا ہے اور وہ بھی ایک خاص طبقہ کی خاطر، یہ طبقہ ــــ جہاں تک میں غور کر سکا ہوں ــــ قریباً سب مذاہب میں پایا جاتا ہے، مذہب کا قدردان ہے، تب بھی مذہب سے پوری طرح مطمئن اور تسلی یافتہ نہیں۔ اس طبقہ کی تسلی کے لئے کوشش کرنا میرے نزدیک وقت کی ضرورت ہے۔

جو کچھ بھی دنیا کے مختلف مذاہب اپنے اپنے رنگ میں شخصی پاکیزگی کی صورت میں یا عام انسانی فلاح و بہبود کی شکل میں۔ یا زندگی کے گرم اور سرد حالات کو برداشت کرنے کی جس طاقت کی ضرورت ہے اس طاقت کو فروغ دینے کی صورت میں آجتک کر چکے ہیں یا اس وقت کر رہے ہیں اس کا اعتراف اس طبقہ کو ہے۔ باوجود اس کے یہ طبقہ ہی اس مایوسی کا شکار ہے جو روحانی دوروں اور روحانی شخصیتوں سے دوری کی وجہ سے ہمارے زمانہ میں کافی عام ہے، اس طبقہ کا تعین بھی جاتا رہا لیکن اس طبقہ نے مذہب کا بدل تجویز کیا بلکہ اس پر ایسا زور دینا شروع کیا گویا ایک نئی چیز ہاتھ آگئی ہو۔ اس طبقہ نے کہا کہ انسان کے دل میں ویسے ہی نیکی کی بہت قدر ہے صرف اسے اُبھارنے کی ضرورت ہے

انہوں نے ایک اصطلاح کو خوب فروغ دیا اور وہ اصطلاح ہے VALUES کی، یہ اصطلاح اب دُنیا کے علمی حلقوں سے نکل کر تمام عام و خاص کی روزمرہ کی لغت اور تحریر و تقریر میں آچکی ہے۔ چنانچہ ہمارے یہاں قدروں کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو انگریزی اصطلاح Values کا ترجمہ ہے۔ اصطلاح بھی نہایت اچھی اور ترجمہ بھی نہایت اچھا ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ کچھ بھی ہو ہر حال جو باتیں نیک ہیں اچھی ہیں خیر کا حکم رکھتی ہیں۔ وہ نیک ہیں۔ اچھی ہیں۔ خیر کا حکم رکھتی ہیں۔ سچ بولنا۔ ایفاءِ عہد۔ اپنے نفس کی دوسروں کی خاطر قربانی۔ عدل۔ احسان۔ محبت یہ سب قدریں ہیں۔ اور ان قدروں کے منوانے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں یہ انسانی فطرت کا حصّہ ہیں۔ سب لوگ ان کو مانتے اور سمجھتے اور ان کی قدر کرتے ہیں اور دنیا میں آپس کے تعلقات میں ان قدروں کا لحاظ ضروری ہے۔ جس طبقہ نے اس اصطلاح کو خاص طور پر اپنایا اس کا خیال تھا چلو دنیا میں خدا کی بادشاہت نہ سہی قدروں کی بادشاہت ہی کافی ہے۔ لیکن افسوس ان کی یہ امید بر نہ آئی نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تو ہاتھ سے پہلے ہی گیا تھا قدروں پر اعتماد بھی کمزور ہونے لگا۔

قدروں کا تعلق

اصل میں قدروں کا تعلق بھی وجود باری اور صفاتِ باری سے ہے۔ نیکی یعنی عدل، احسان، محبّت، ایفاءِ عہد، قول و عمل میں برابری، ان سب کی اعلےٰ مثالیں انبیاء ہی میں ملتی ہیں۔ جن لوگوں نے قدروں کو بغیر خدا کے ذکر کے لوگوں سے منوانا چاہا انہوں نے یہی محسوس کیا کہ قدروں کی عام مثالیں بے شک بعض فلسفیوں اور مفکروں اور لیڈروں میں بھی مل جاتی ہیں لیکن اعلےٰ مثالیں سوائے انبیاء کے اور کہیں نہیں ملتیں۔ اس لئے مجرد قدروں کا منصوبہ فیل ہونے لگا بلکہ فیل ہو گیا۔ بین الاقوامی تعلقات میں تو قدریں بالکل نظر انداز ہونے لگیں۔ بعض لوگ یہ بات بھی بطور اصول بیان کرنے لگے کہ قدریں صرف شخصی یعنی فرد فرد کے تعلقات کے لئے ہیں۔ بین الاقوامی تعلقات میں مصلحت زیادہ بہتر اصول ہے۔ اس قسم کی نظریاتی جدتوں سے قدروں پر اعتماد بالکل متزلزل ہونے لگا اور انسان کی شخصی زندگی سے بھی سنجیدگی اُٹھنے لگی۔ ایسے حالات میں عام طبائع میں مایوسی اور انسان کے مستقبل کے متعلق امید اور بشاشت کا فقدان ایک لازمی امر تھا چنانچہ یہی طبقہ جس کا میں ذکر کر رہا ہوں پھر مذہب کی طرف متوجہ ہو رہا ہے اور مذہب کے متعلق اپنے پرانے اضطراب اور پُرانے شکوک کو از سرِ نو حل کروانا چاہتا ہے۔ یہ طبقہ جیسا کہ میں نے کہا ہے تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے دل کا اظہار بعض مخصوص قسم کے فقروں سے کرتا ہے مثلاً یہ کہ دنیا کو ایک نئے مذہب کی ضرورت ہے۔ پرانے مذہب بیکار ہو گئے یا ناکام ہو گئے ہیں۔ گویا وہ مذہب کی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے تمام موجودہ مذاہب کو ایک ہی تنقید کی لپیٹ میں لے آتے ہیں۔ یہی فقرہ میں نے ایک انگریز کے مُنہ سے سُنا، سُننے والوں میں مسلمان بھی تھے۔ مآل اس فقرے کا یہ تھا کہ عیسائیت ناکام ہوئی لیکن اسلام بھی ناکام ہو گیا۔

نئے مذہب کی تجویز

نئے مذہب کی تجویز بہر حال عجیب تجویز ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے پیش کرنیوالے سنجیدگی سے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نئے مذہب کی ضرورت ہی سہی لیکن وہ کون بنائے گا؟ مذہبی انقلاب تو ایسے لوگ برپا کیا کرتے ہیں جو آسمان سے الہام پا کر لوگوں کو مخاطب کرتے اور انہیں ایک تغیر کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر ایک کشمکش پیدا ہوتی ہے۔ ایسا انقلاب عام انسانوں کے اختیار میں نہیں اور اب چودہ سو سال سے کوئی نیا مذہب دنیا میں نہیں آیا۔ آخری مذہب جو آیا وہ اسلام ہے اور اسلام نے اعلان کیا کہ اب ہدایت مکمل ہو گئی۔ اور ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی، عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی جگہ لینے والا مذہب کوئی پیدا ہی نہیں ہوا کوئی ایسی تحریک جس کے متعلق کہا جا سکے کہ ہاں یہ اسلام کی رقیب ہے اور توجہ کے لائق پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دنیا کی حالت ہنگامی قسم کی ہے جو فوری قسم کا علاج چاہتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیا مذہب جب مسلمانوں کے سامنے تجویز کیا جاتا ہے وہ دراصل اسلام پر نکتہ چینی ہوتی ہے۔ اور نکتہ چینی کرنے والا اپنے مذہب کو بھی اسمیں شامل کر لیتا ہے اس لئے کہ اس پر اعتراض نہ ہو۔

ایک نئے مذہب کا مطالبہ کرنیوالوں کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سارے مذہب مُردہ ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی اپنی روایتوں کے رحم و کرم پر ہیں، ان کے ماننے والے اس لئے مانتے ہیں کہ قومی روایتوں سے الحاق قومی وجود اور قومی اتحاد کے لئے

فرمودہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَھْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّکُوْا عَلَیْھِمْ بِنْتَ کِسْرٰی قَالَ لَنْ یُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرَاَۃً۔ رواہ البخاری

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ صہ ۳۲۱ مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:۔ حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ صحابی سے مروی ہے کہ جب رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی لڑکی کو اپنا بادشاہ مقرر کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتی جنہوں نے اپنا معاملہ ایک عورت کے سپرد کر دیا ہے۔"

ضروری ہے۔ اگر یہ بات ہے تو اس کا جواب سب مذاہب کو دینا چاہیئے۔ اسلام کے پاس اس کا جواب ہے۔ اسلام کی زندگی اس کے امتیازات ہی سے ہے۔

بہرحال غور موجودہ مذاہب پر ہی کرنا ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ غور ہوتا رہتا ہے نتیجہ کیوں نہیں نکلتا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ نتیجہ بھی نکلتا رہتا ہے، لوگوں میں مذہب کے متعلق بیداری ہے، تحقیق کی تڑپ ہے۔ اگر تحقیق کے نتیجہ میں کوئی انقلابی تغیر نظر نہیں آتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک مذاہب پر غور کرنے کے لئے نتیجہ خیز طریقے اختیار نہیں کئے اس لئے دنیا کو کسی نئے مذہب کی ضرورت نہیں۔ ہاں نئی سنجیدگی کی ضرورت ہے، نئے ارادے کی ضرورت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہماری تحقیق اور ہمارے مکالمے، ہماری ایک دوسرے کے مقابلہ پر تحریریں محض پوائنٹس جیتنے کے لئے نہ ہوں بلکہ دنیا کے مسائل حل کرنے کے لئے ہوں، دنیا کو حق کے قریب اور قریب سے قریب تر کرنے کے لئے ہوں۔ میں مضمون سے دور نہیں جانا چاہتا لیکن اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دو تین سو سال کے عرصہ میں یورپ کے عقلاء اور فلسفی یقینی علم کی جستجو میں نکلے، یقینی علم کتنی اچھی چیز ہے لیکن نیت کے فرق سے یہی یقینی علم کی جستجو اور سے کچھ اور ہو گئی، یقینی علم کی ایسی ایسی باریک تعریفیں ہونے لگیں اور ایسی موشگافیاں یقین کی تشریح میں ہونے لگیں کہ ان عقلاء کے ہاتھ میں ایک چیز بھی ایسی نہ رہی جس کے متعلق وہ یقینی علم کا دعوےٰ کر سکتے۔ اس لئے وہ اوروں کی تسلی تو کیا کرتے خود اپنی تسلی بھی نہ کر سکے۔

مختصر یہ کہ مذہبی تحقیق کا مسئلہ بھی تمام مذاہب کے لئے ایک چیلنج ہے، اسلام نے تحقیق کے طریقے بھی بتائے ہیں۔

اسلام کے بعض امتیازات

بہرحال ایک متشککین کا گروہ جو میرے مدنظر ہے ان متشککین کے غور کے لئے ہم اسلام کے بعض موٹے موٹے کوائف ــــ اسلام کے ظاہری امتیازات ــــ ایسے امتیازات جن کے سمجھنے اور جن پر غور کرنے کے لئے زیادہ باریک نظری کی ضرورت نہیں لیکن ایسے امتیازات جو اسلام سے مخصوص ہیں۔ اور دوسرے مذاہب اس میں شریک نہیں ــــ ایسے امتیازات پیش کرتے ہیں اور کرنے بھی بغیر کسی ترتیب کے ہیں تاکہ ان پر الگ الگ بھی غور ہو سکے اور انہیں یکجا کر کے بھی دیکھا پرکھا اور وزن کیا جا سکے۔

اسلام کے باطنی امتیازات کا مضمون الگ ہے۔ وہ اسلام کے اعتقادات کا نظام ہے۔ اسلام کی تعلیم اخلاق کے متعلق، خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق۔ حیاتِ آخرت کے متعلق۔ خدا اور بندے کے تعلق کے متعلق۔ تمدن کے متعلق، معاشرہ کے متعلق اور معاشرہ کے مختلف حصّوں کے متعلق، ان کے آپس کے تعلّقات اور آپس میں عدل کے متعلق۔ پھر انسان کی علمی ترقی کے متعلق، انسانی حریت کے متعلق، یہ سب امور ایسے ہیں جن پر اسلام کی مفصل تعلیم موجود ہے، لیکن ان کے متعلق کچھ بیان کرنا موجودہ مضمون سے خارج ہے۔ میں اسلام کے بعض ظاہری امتیازات کو بیان کرتا ہوں۔

قومی عبادت ــــ حج

مثلاً اسلام کی قومی عبادت حج ہے سب جانتے ہیں کہ مسلمان حج کے لئے مکہ جاتے ہیں اور حج کی ادائیگی مسلمانوں پر بعض شرائط کے ساتھ فرض ہے۔ یہ عبادت گھروں میں بیٹھ کر نہیں ہو سکتی، نہ ہی مسجدوں میں بیٹھ کر ہو سکتی ہے اس کے لئے گھروں سے نکل کر ایک مرکزی مقام میں جمع ہونا پڑتا ہے، پھر ان معنوں میں ہی حج قومی عبادت ہے کہ اگر قوم من حیث القوم اسے بجا لاتی رہے تو اس کا منشاء پورا ہوتا رہتا ہے، ہم نماز کسی اور سے نہیں پڑھوا سکتے۔ روزہ کسی اور سے نہیں رکھوا سکتے لیکن حج اپنے بجائے کسی اور سے کروا سکتے ہیں۔ حج کا منشاء یہ ہے کہ بنی نوع انسان اپنے اس روحانی مرکز کو پہچانیں اور اس کی عظمت کو اپنے دلوں میں بٹھائیں۔ جو ان کے رب نے شروع دنیا سے ان کے لئے قائم کر چھوڑا ہے۔ جو خدائی وعدوں کے ساتھ قائم ہوا اور جس کی حفاظت خدائی ہاتھوں سے ہوتی رہی۔ دنیا نے اسے بار بار چیلنج کیا اور اسے مٹانے کی کوشش کی لیکن خدا نے اپنی قدرت نمائی سے اس مرکز کو قائم رکھا یہاں تک کہ آسمانی ہدایت کی تکمیل اور اس کے اتمام کا وقت آ پہنچا، اور ساری دنیا کو اس مرکز میں جمع ہونے کی دعوت دے دی گئی۔ کتنی پُرمعنی اور کتنی پاکیزہ یہ عبادت ہے، خانہ کعبہ جو اس عبادت کا مرکز ہے اس کے متعلق آتا ہے وضع للناس اس کی بنیاد تمام بنی نوع انسان کے لئے رکھی گئی ہے۔ وہ انسانی اتحاد اور انسانی وحدت کا نشان ہے۔ اس وحدت کو خیال اور تصوّر سے نکال کر عملی اور واقعاتی شکل میں منتقل کرنے والا ہے۔ یہ ٹھیک ہے دنیا میں اور بھی مقامات ہیں جنہیں ایک نہ ایک درجہ کا تقدس حاصل ہے۔ اور بھی ایسی جگہیں ہیں جہاں لوگ کسی نہ کسی انسان کی یاد میں جمع ہوتے ہیں ہمیں ایسے مقامات کا احترام ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ کعبہ کو ان سب پر فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ دوسرے مقدس مقامات مقامی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی تاریخ بھی محدود ہے، ان کا حلقہ اثر بھی محدود ہے اور ان کی شان وہ نہیں جو کعبہ کی شان ہے۔ اور یہ امتیاز بالکل ظاہر ہے۔

دنیا کا روحانی مرکز

دنیا میں اگر واقعی کوئی جگہ ساری دنیا کا روحانی مرکز ہے تو وہ کعبہ ہے۔ اور کعبہ ہی وہ مرکز ہے جس کی طرف جانے والے دُور دُور کے سفر کر کے جاتے ہیں، اور خدا جانے کب سے ایسا ہو رہا ہے۔ تمام ملکوں سے لوگ وہاں جاتے ہیں اور کئی نسلوں اور کئی قسم کے سیاسی نظاموں سے تعلق رکھنے والے وہاں جاتے ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ مقامی اور محدود قسم کے مرکز بے شک ہوں لیکن سارے بنی نوع انسان کو جمع کرنے والا اور کل دنیا کا روحانی مرکز مخصوص شان والا بھی کہیں ہونا چاہیئے تھا۔ عین اس کی شان کے مطابق اس مرکز کی بنیاد خدا تعالےٰ نے اپنی ربوبیت اور رحمت کے تقاضا سے ابتداء دنیا سے رکھدی، تاریخ اس کی قدامت کا کھوج نہیں لگا سکتی۔ کہتے ہیں پُرانے سے پُرانے تاریخی اور جغرافیائی حالات یونانی سیاح اور جغرافیہ دان ہیرودوتس نے لکھے ہیں۔ ہیرودوتس کا زمانہ ۵۰۰ سال قبل از مسیح کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں رہتے ہوئے ہیرودوتس لکھتا ہے کہ عرب کے مغرب میں ایک نہایت ہی مقدس مقام ہے جسے عرب بہت ہی مقدس جانتے ہیں اور دُور دُور سے لوگ اس کا طواف کرتے ہیں۔ اور وہاں ایک ایسے دیوتا کی پرستش ہوتی ہے جو دیوتاؤں کا دیوتا کہلاتا ہے۔ قرآن شریف میں اسی لئے اسے بیت العتیق کہا گیا ہے۔ اور آئے دن اس کا عتیق یعنی (بہت ہی قدیم ہونا) ثابت ہوتا رہتا ہے۔ اسی بیت العتیق پر کئی امتحان اور آزمائش کے وقت آئے۔ وہ کئی دفعہ اجڑا اور کئی دفعہ بنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو اس کے قریب لا کر آباد کیا اور اس کی شکستہ دیواروں کو بنیادوں سے اونچا کیا۔ اس گھر کی خدمت کے لئے قوموں نے ڈیرے ڈال دئے۔ ایک قوم ایسی آ کر آباد ہوئی کہ اس نے بھوک اور پیاس برداشت کی اور صدیوں برداشت کی اور جسمانی خطروں میں بھی اپنے آپ کو ڈالا اور دنیاوی ترقیات کو اس قوم نے اپنے اوپر حرام کر دیا لیکن ایسا پیار اور ایسا ادب اس قوم نے خدا کے اس گھر کا کیا کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور جو بغیر خدا کی خاص تائید و نصرت کے پیش نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے یہ سب کچھ برداشت کیا پر اس گھر کو نہ چھوڑا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدائش کے سال یا اس کے قریب یمن کے گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں پر سوار ہو کر اس پر دھاوا بولا لیکن وہ معجزانہ طور پر پسپا ہوا۔ اس کے بعد بھی کئی حاسد دشمن پیدا ہوئے جنہوں نے کعبہ کی رونق کو ختم کرنا چاہا لیکن کعبہ کو کسی قسم کی گزند پہنچانے کے بجائے خود ہی خائب و خاسر ہوئے۔ یہ خدا کا خاص الخاص نشان تھا۔ کیونکہ یہ ظہورِ اسلام کا پیش خیمہ تھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام کے تقدس کو خدا کے حکم کے ماتحت پوری طرح اور ہمیشہ کے لئے قائم کیا۔ حضور علیہ السلام نے حج کے مناسک اور آداب ہمیشہ کے لئے مقرر فرمائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

نکتہ چین کہتے ہیں بانیٔ اسلام کا کیا کمال ہے۔ ایک بنی بنائی انسٹی ٹیوشن مل گئی۔ اسے اسلام کے ارکان میں شامل کر لیا۔ نکتہ چین ایسی دور از قیاس باتیں نہ کریں تو اور کیا کریں۔ فرض کرو ایسا ہی ہوا! لیکن آنحضرتؐ نے کہاں سے علم پا کر اور کس ذات کی قدرت اور طاقت کے بھروسہ پر یہ اعلان بھی کر دیا کہ اب یہ مرکز ہمیشہ کے لئے ساری دنیا کے انسانوں کا مرجع اور مرکز بنا رہے گا۔ پھر یہ بھی اعلان کر دیا کہ اس مرکز میں اب ہمیشہ امن رہے گا۔ کون ہے جو ایسا دعویٰ کرے۔ ایسا اعلان کرے اور پھر باوجود مخالف حالات کے سب کچھ ایسا ہی ظہور میں آ جائے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ قرآنی وحی کی صداقت زیادہ سے زیادہ شان کے ساتھ کھلتی گئی، کعبہ ایک مستقل مرکز بن گیا۔ اور عرب کا نہیں ساری دنیا اور سب قوموں کا مرکز، خود بھی مامون اور دوسروں کو بھی امن دینے والا۔ (باقی)

ضروری گزارش

برادرم مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب معدہ میں کینسر کے باعث شدید بیمار ہیں۔ معدہ کوئی چیز قبول نہیں کرتا اور فوراً الٹی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی دوست کے علم میں کوئی دوا ایسی ہو جس سے اُلٹی رُک سکے براہِ کرم بذریعہ فون یا تار مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔

(محمد اسلم کوارٹر نمبر ۵ صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ)

حضرت میاں عبدالرزاق صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ

مکرم خواجہ عبدالقیوم صاحب جمیل لاج ۔ ربوہ

حضرت میاں عبدالرزاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۳ جنوری ۶۶ء بروز جمعرات لائل پور میں واقع ہوئی۔ اگلے دن بروز جمعہ (مطابق ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ) ان کی نعش ان کے صاحبزادے اور میرے نسبتی بھائی کمانڈر عبداللطیف صاحب ڈائریکٹر زرعی یونیورسٹی لائلپور ربوہ لائے۔ جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے پڑھا اور بوقت عصر آپ کے جسد خاکی کو بوجہ موصی ہونے کے مقبرہ بہشتی ربوہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سہ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت میاں صاحب کی عمر بوقتِ وصال نوے سال سے کچھ زائد تھی آپ سنہ ۱۹۰۰ء میں بیعت سے مشرف ہوئے اور بیعت کے وقت آپ کی عمر ۲۴ سال تھی۔ بیعت کے وقت ایک خوش پوش اور خوش نوش نوجوان تھے جو کھاتے پیتے گھرانے میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے ساتھ جو آپ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنی تھیں۔ عشق و ایثار، صدق و صفا اور علم و معرفت میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود میں حضرت مسیح موعودؑ کی تقاریر کی جھلک نظر آتی تھی کہا کرتے تھے "دیکھو وہی طرز تقریر وہی معارف وہی دل کو لبھانے والا اثر۔ غرض "وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا" کی عملی تفسیر ہیں۔

بیعت

میاں صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ کاروبار کے سلسلہ میں سنہ ۱۹۰۰ء میں دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ واپسی پر خیال آیا کہ امرتسر سے قادیان جا کر مدعی مسیحیت و مہدویت سے کچھ بات چیت بھی ہو جائے تو کیا ہرج ہے چنانچہ ہم مسجد مبارک قادیان پہنچے وہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیٹھے تھے بڑے تپاک سے ملے پوچھا سناؤ بھائی "کیسے آنا ہوا" میں نے کہا "کچھ علاج کی غرض سے اور کچھ تحقیق کی غرض سے"۔ حضرت مسیح موعودؑ نماز کے بعد تشریف فرما ہوئے تو مولوی صاحب نے میرا تعارف کرایا حضور کا چہرہ مبارک دیکھ کر میں نے بیعت کا مصمم ارادہ کر لیا کہ یہ منہ کاذبوں کے نہیں ہوتے اور اللہ کا نور ان کے چہرہ پر برس رہا تھا۔ اس وقت حضور نے کچھ اپنے متعلق بیان فرمایا اور کچھ طاعون کے بارے میں اپنے ایک خواب کا ۔ ۔ ۔ ۔ بھی ذکر کیا کہ میں نے فرشتوں کو سیاہ پودے لگاتے دیکھا ہے ان سے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا "یہ طاعون ہے جو عنقریب ملک میں پھیلائی جائے گی"۔ ازاں بعد میں نے پورے اطمینان سے بیعت کر لی۔ سیالکوٹ پہنچا تو مخالفت زوروں پر تھی میں احمدیہ مسجد میں نماز پڑھتا اور واپس آجاتا۔ بعض مخالف مجھ سے حیات و ممات مسیح ناصری پر بحث کرنا چاہتے۔ مگر میں کان لپیٹ کر گھر آجاتا۔ کیونکہ مجھے اس وقت اس مسئلہ پر کچھ عبور نہ تھا۔ میں نے تو حضرت صاحب کا چہرہ مبارک دیکھ کر بیعت کی تھی مسائل نہیں طے کئے تھے۔ ہاں میں نے درس قرآن میں باقاعدہ جانا شروع کر دیا درس سید حامد شاہ صاحب دیا کرتے تھے۔ چند ماہ بعد ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے قرآن شریف کی وہ آیات جن میں وفات مسیح کی صراحت تھی زبانی یاد ہوگئیں اور متعلقہ احادیث بھی اور مجھے مولا کریم کی طرف سے اتنا علم عطا کیا گیا کہ پانسہ پلٹ گیا اور اب میں مخالفین کو چیلنج کرتا۔ مگر وہ کان لپیٹ کر بھاگ جاتے۔ پھر ہم چوک میں کھڑے ہو کر باآواز بلند تقریر کرتے مقابل پر آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی وذالک فضل اللہ۔

میاں نبی بخش صاحب کی بیعت

محلے کے ایک متدین صوفی مزاج شخص میاں نبی بخش صاحب میرے دو سال سے زیر تبلیغ تھے اور وہ میرے ساتھ مسجد احمدیہ میں نماز کے لئے بھی جایا کرتے تھے طاعون والی پیشگوئی کا ذکر تو ہوتا ہی رہتا تھا اسی اثنا میں میاں نبی بخش صاحب کو طاعون نے آ پکڑا اور انہیں دونوں بغلوں میں طاعون کی گلٹیاں نکل آئیں اور بخار بھی سخت تھا۔ میں نے انہیں پرزور الفاظ میں توجہ دلائی کہ یہ وبا وعدے کے مطابق آئی ہے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ سچے احمدی بچائے جائیں گے اور مخالف کثرت سے ہلاک ہوں گے۔ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا رائے ہے کہنے لگی چاہو تو بیعت کر لو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ حضرت سید حامد شاہ صاحب کو بلوایا گیا اور بیعت کا خط قادیان لکھ دیا گیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عاجزی قبول فرمائی اور وہ اس جان لیوا موذی مرض سے نجات پا گئے۔ فالحمد للہ

یہ ایک بڑا نشان تھا اور دنیا حیران تھی کہ احمدی ہونے پر دعائے مسیحا سے طاعون سے نجات مل گئی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے کرشمے ہیں۔ میاں نبی مرحوم کا ایک لڑکا محمد قاسم بڑا نیک اور بڑا سرگرم احمدی تھا۔ فرمایا کرتے تھے۔ میں تو بعد میں ملازمت کے سلسلہ میں رینالہ خورد چلا گیا۔ مگر محلہ میں میری جگہ انہوں نے سنبھال لی اور وہ مدت تک تبلیغ کا حق باحسن وجوہ ادا کرتے رہے

ملازمت رینالہ خورد

میاں صاحب سیالکوٹ میں کاروبار کرتے تھے۔ کام اچھا چل رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ انہیں سخت ابتلاء آیا اور کاروبار میں سخت خسارہ ہوا۔ قرضخواہوں نے تنگ کیا تو اپنی حویلی گروی رکھ کر رینالہ خورد ملازم ہو گئے۔ آپ کا ایسے نازک دور میں ثابت قدم رہنا کچھ اعجاز سے کم نہیں۔

آپ نے دعا کے لئے حضرت سید حامد شاہ صاحب کو کہا انہوں نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ حضرت صاحب کے پاس قادیان چلیں اور حضورؑ سے دعا کرائیں۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ دارالامان میں حاضر ہو گئے۔ حضورؑ اس وقت مہندی لگائے بیت الدعا میں تشریف فرما تھے۔ خدام کو وہیں بلوا کر سارا ماجرا سنا اور دعا فرمائی۔ پھر محبت بھری نگاہ سے میاں صاحب کی طرف دیکھا اور رخصت کیا۔ اس کے بعد میاں صاحب کہتے ہیں۔ مجھے عجب اطمینان قلب نصیب ہوا اور پریشانی کی جگہ طمانیت و تسکین نے لے لی اور مجھے رینالہ خورد کی ملازمت کے دوران بڑا آرام ملا۔ اسی اثنا میں میں نے سب بچوں کو پڑھایا اور بیاہا۔ وہاں میجر ورنین بہت بڑی جاگیر کے مالک تھے اور وہ فوج کے لئے گھوڑوں کو بھی تربیت دیتے تھے۔ میاں صاحب ممدوح نے ایک دفعہ میجر صاحب کو جو عیسائی تھے اسلامی اصول کی فلاسفی اور تحفہ ویلز تحفتہً پیش کیں۔ جنہیں اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ ــــــ ایک دفعہ ان کی شکایات بھی ہوئیں۔ مگر میجر صاحب کوئی نوٹس نہ لیتے تھے۔ وہ میاں صاحب کی نیک نیتی صداقت و محنت کے قائل تھے۔ میاں صاحب نہایت وفاداری اور دیانت سے میجر صاحب کی عمارتوں کوٹھیوں وغیرہ کے لئے ہزار ہا روپے کا لکڑی لوہا سیمنٹ کا سامان خریدتے تھے کپاس کی کاشت و فروخت کا انتظام کرتے مگر کیا مجال کہ کبھی اسٹیٹ کا ایک پیسہ بھی کھایا ہو۔ حلال و حرام کی سخت تمیز تھی۔ آپ نے رینالہ اسٹیٹ میں قریباً ۲۰ برس کام کیا اور بڑی عزت پائی اس کے بعد آپ کو ڈیفنس اسٹیٹ تبدیل کر دیا گیا جہاں آپ قریباً ۴ برس رہے اور ملنے والوں اور ماتحتوں کے دلوں میں آپ بہت نیک نام تھے پھر اسے چھوڑ کر اور پنشن لے کر قادیان چلے آئے

قادیان میں سکونت اور خدمتِ خلق

قادیان کی ہر چیز آپ کو پیاری تھی اور دیار محبوب کے ذرے ذرے پر آپ صدق دل سے نثار تھے۔ تقسیم ہند تک آپ کا مسکن قادیان ہی رہا جہاں آپ ایک پروقار۔ خوددار و امن پسند شہری کی طرح رہے کبھی کسی سے نہ گلہ نہ شکایت پیدا ہوئی۔ بلکہ آپ جماعت کی طرف سے دوسروں کے تنازعات کو مٹانے کے لئے مقرر کئے گئے ان کے محلہ (محلہ دارالفضل) کے صدر مکرمی چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی فرماتے ہیں "میاں عبدالرزاق نہایت صاف گو۔ صاف دل اور مخلص بزرگ تھے وہ امور عامہ میں میرے سیکرٹری تھے وہ بڑی محنت و خوش اسلوبی سے معاملات کو سلجھایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند فرمائے"۔

"قادیان میں دس سال تک ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا درس قرآن سنا" یہ ہیں وہ الفاظ جنہیں حضرت میاں صاحب فخر سے بیان کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:۔ "کبھی کبھی میں مسجد اقصیٰ میں حافظ محمد ابراہیم صاحب و مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کی جگہ امام الصلوٰۃ بھی بنتا تھا اور میری قرأت سن کر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کہا کرتے تھے کہ میں مولوی عبدالکریم رضؓ صاحب کی طرز پر قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور مکرم مولوی تاج الدین صاحب فرماتے کہ تلفظ بھی صحیح ہوتا ہے"۔ تقسیم کے بعد آپ اپنے بیٹے مکرم عبداللطیف صاحب کے پاس لائلپور چلے گئے اور تادم وصال ان کے پاس ہی رہے

(باقی)

گمشدہ انگوٹھی

میری ایک "الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ" والی انگوٹھی جو میرے ایک بزرگ کی نشانی تھی عید کے روز فجر کی نماز کے بعد غالباً پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر کے سامنے یا اس کے نزدیک گر گئی ہے۔ انگوٹھی کے گرد ایک تار لپٹی ہوئی تھی۔ جس دوست کو ملی ہو افضل برادرز گولبازار ربوہ کو پہنچا کر پانچ روپے انعام حاصل کریں۔

(سعید احمد ربوہ)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ نفس کرتی ہے۔

ایک مذموم عادت — بدظنی

(مکرم مولوی عبدالباسط صاحب شاہد مربی سلسلہ)

اسلامی احکامات اور نواہی جہاں اپنے اندر کئی حکمتیں اور فوائد رکھتے ہیں وہاں ان کے اندر باہم ایک گہری مناسبت اور ربط بھی ہوتا ہے۔ جس طرح ایک مکمل اور مناسب عمارت میں سے ایک اینٹ کی کمی بھی بری طرح کھٹکتی ہے۔ اسی طرح اسلامی احکامات میں سے کسی ایک کو نظر انداز کر دینے سے انسان کی روحانی عمارت بے ترتیب نظر آتی ہے۔ اسلامی احکامات میں سے کسی ایک کی عدم تعمیل سے گویا احکامات کا ایک سرا ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اسکے بعد تسبیح کے دانوں کی طرح یکے بعد دیگرے دوسرے احکامات بھی ہاتھ سے نکلتے جاتے ہیں۔ بدظنی سے بچنے اور حسن ظن کرنے کے متعلق قرآن مجید کے بڑے واضح اور تاکیدی ارشادات ہیں مثلاً تہدیدی طور پر فرمایا:- لولا

اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسہم خیرا یعنی

مومن مردوں اور عورتوں نے (جب ایک بدی بات کو سنا) تو کیوں حسن ظنی سے کام نہ لیا

یہ ارشاد سورہ نور میں وارد ہے جہاں مشہور واقعہ افک کے متعلق خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا گیا تو سننے والوں کو حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ بات اس راستباز اور پاکباز عورت کی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتی۔

اس واقعہ میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ جب بھی کسی کے سامنے کوئی ایسی بات بیان کی جائے جس میں کسی کی برائی اور نقص بیان کیا گیا ہو (بالخصوص اخلاقی برائی) تو سننے کے ساتھ ہی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ضرور اس میں یہ نقص موجود ہوگا۔ دراصل اس تعلیم اور فہمائش سے بدی کے ارتکاب بلکہ بدی کے میلانات کو کم کرنے کا ایک زریں طریق بتایا گیا ہے اگر ہمارے اندر یہ عادت پیدا ہو جائے اور برائی کے متعلق سننے کے ساتھ ہی اس کا فوری ردعمل یہ ہو کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تو خود وہ شخص اور ایسے اشخاص پر مشتمل پورا معاشرہ آہستہ آہستہ بدی سے نفرت کرنے لگے گا۔ حتیٰ کہ نہ صرف بدی کا ارتکاب ختم ہو کر رہ جائے گا۔ بلکہ بدی کی طرف رجحان اور میلان بھی نہ رہے گا قرآن مجید کی آیت

والذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ میں بھی اسی چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر ہم میں بدی کا ذکر اور چرچا عام ہوگا تو آہستہ آہستہ بدی کا میلان بڑھ جائے گا اور اسی طرح بدی کا ارتکاب بھی بکثرت ہو جائے گا۔

آجکل عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جونہی کسی کے متعلق یہ سننے میں آئے کہ اس سے کسی بدی کا ارتکاب ہو گیا ہے۔ فوراً ایک عام دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور تجسس اور جستجو سے کام لیا جاتا ہے (جو اپنی ذات میں ایک مستقل گناہ ہے) اس سلسلہ میں ایک اور بہت بڑا گناہ چغلخوری اور غیبت کا شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح ایک اسلامی حکم کی پرواہ نہ کرنے سے کئی احکامات کی نافرمانی یا گناہ کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر پہلے ہی مرحلہ پر کسی بدی کے ارتکاب کی خبر سنتے ہی ظن المومنون والمومنات بانفسہم خیرا پر عمل کیا جاتا تو نہ صرف بدظنی کے ارتکاب سے حفاظت ہوتی بلکہ بڑے بڑے گناہوں کی نوبت نہ آتی۔ اسلام کے قانون شہادت میں بھی اسی وجہ سے ارتکاب جرم کی چشم دید گواہی کے سوا کسی اور گواہی کو تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ ہر وہ شخص جو ذاتی رویت اور چشم دید گواہی کے بغیر اپنی شخصیت و وجاہت یا کسی اور وجہ سے کوئی بات بیان کرتا ہے (جو بدظنی اور چغلخوری کی صورت ہے) تو اسے برابر کا مجرم سمجھا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں قرآن مجید نے اسکی شدید سزائیں بیان کی ہیں سزاؤں کی یہ شدت بھی اسی وجہ سے ہے کہ جرائم کی سنسنی خیز خبریں غیر مناسب طور پر پھیل کر طبائع میں بدیوں کی رغبت یا میلان پیدا نہ کریں۔

اس ضمن میں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے واقعی کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے تو مجرم کو قرار واقعی سزا دینا یا اسکی اصلاح کی صورت پیدا کرنا ذمہ دار اشخاص کا کام ہے اور اسکی ذمہ داری ان پر اور اس شخص پر ہے جو ذاتی طور پر اس کے متعلق علم رکھتا ہو۔ لیکن وہ شخص یا اشخاص جو ذاتی طور پر اس جرم کے ارتکاب کے متعلق کوئی واقفیت نہیں رکھتے ان کا دلچسپی لینا صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ خود ان کے اندر گناہ اور بدی کا میلان ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کی طرح یہ میلان سب لوگوں میں عام ہو جائے اور اس طرح وہ بدی کے جرم کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی کے گوشت پر منہ مارتے اور اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

جرائم اور بدی کی روک تھام اور طبائع سے جرم کا رجحان اور میلان کم کرنے ...

مسجد "القمر" ربوہ کیلئے ایک مخیر خاتون کا گرانقدر عطیہ

محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ بیگم چوہدری شاہ نواز صاحب نے مسجد "القمر" دارالصدر غربی الف ربوہ کے لئے پانچ ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ عطا فرمایا ہے۔ جزاھا اللہ احسن الجزاء احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے اور حسنات و برکات دارین سے نوازے۔ آمین

مسجد "القمر" (یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت قمرالانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے الہامی نام پر تجویز فرمایا تھا) مراحل تکمیل طے کر رہی ہے۔ جن احباب نے اس کے لئے وعدہ جات فرمائے تھے وہ جلد از جلد اپنے وعدے پورے فرما کر ممنون فرماویں۔

بالخصوص وہ احباب جن کے مکان یا خالی پلاٹ اس محلہ میں ہیں وہ خاص طور پر توجہ فرماویں۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ جو احباب دو صد روپیہ یا اس سے زائد رقم عطا فرمائیں گے۔ ان کے نام مسجد میں بغرض دعا کندہ کئے جائیں گے۔

رقوم محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ ربوہ برائے مسجد "القمر" کھاتہ ۱۸۱/۹۶-۳۲۴ کے پتہ پر یا براہ راست خاکسار کو بھجوا دیں۔

(خاکسار عطاء اللہ ایم۔ اے
صدر تعمیر کمیٹی مسجد "القمر" دارالصدر غربی الف ربوہ)

کمشن ٹیکنیکل برانچ پاکستان ایئر فورس

دوران ٹریننگ وظیفہ ۱۷۰/- کمشن ملنے پر بطور پائلٹ افسر ۵۰۰/-

شرائط: انجینئرنگ ڈگری۔ عمر ۱۵ فروری ۶۶ء کو ۱۷½ تا ۳۰

انٹرویو ۲۵ فروری ۶۶ء تک کراچی۔ لاہور۔ کوئٹہ۔ راولپنڈی یا پشاور کسی انفارمیشن و سیلکشن سینٹر میں۔

(ناظر تعلیم)

مجالس خدام الاحمدیہ متوجہ ہوں

ماہ جنوری ختم ہونے کو ہے۔ لیکن ابھی تک بہت سی مجالس کی طرف سے ماہ جنوری کا چندہ مرکز میں موصول نہیں ہوا۔ تمام ایسی مجالس جنہوں نے ابھی تک جنوری کا چندہ روانہ نہیں کیا کی خدمت میں التماس ہے کہ ماہ جنوری کا چندہ فوراً مرکز کو بھجوا دیں۔

(معتمد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ضرورت معلّمہ

نصرت گرلز سکول کے لئے ایک معلّمہ کی ضرورت ہے۔ جو ایف۔ ایس۔ سی۔ سی ٹی ہو۔ درخواستیں مینیجرس نصرت گرلز سکول کو ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ درخواست بھجوانے کی آخری تاریخ یکم مارچ ۱۹۶۶ء ہوگی۔ اور ڈیوٹی پر حاضر ہونے کی تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۶۶ء ہوگی۔ تنخواہ گورنمنٹ سکیل کے مطابق دی جائے گی۔

مینیجرس نصرت گرلز سکول
A-115 میو روڈ لاہور

درخواست دُعا

۱۔ خاکسار کے تایا زاد بھائی غلام احمد سابق پان فروش ربوہ جنہیں ایک سال ہوا بس کے حادثہ میں بائیں بازو پر شدید چوٹ آئی تھی۔ کافی علاج کے بعد انہیں میو ہسپتال لاہور میں داخل کر دیا گیا ہے بروز سوموار ۳۱ جنوری کو ان کا اپریشن ہو رہا ہے

(عبدالستار پہرہ داران خزانہ ربوہ)

۲۔ میرے چچا شیخ عظمت اللہ صاحب کچھ عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں۔

(خاکسار شیخ مجیب اللہ نصرت آرٹ پریس ربوہ)

۳۔ برادرم چوہدری عبدالکریم خاں صاحب کا ٹھگر ڈھی مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ عرصہ سے دائمی سر درد میں مبتلا ہیں اور گنگا رام ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں

۴۔ عبدالشکور خاں جاوید کا ٹھگر ڈھی متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ۔

احباب کرام ان سب کی صحت کے لئے دعا فرماویں

کیل چھائیوں، پھوڑے پھنسی، خارش ایگزیما کے لئے
برنافی ٹیوب الکٹریہ پیکٹ کریم رجسٹرڈ
تیار کردہ
اوپل کیمیکل انڈسٹریز گجرات
طبیب دوست نمونہ کے لئے تحریر فرمائیں

عالم اسلام

گذشتہ ۲۵ سال میں ۲۷ مسلمان ممالک آزاد ہوئے

۱۹۴۰ء سے ۱۹۶۵ء تک پچیس سال کی مختصر مدت بیسویں صدی کا ایک شاندار دور ہے اس قلیل عرصے میں پچاس سے زیادہ ممالک غیر ملکی تسلط سے آزاد ہوئے ہیں۔ خوشی کی بات تو یہ ہے کہ ان نو آزاد شدہ ممالک میں بڑی تعداد (۲۷) ان ممالک کی ہے جن میں یا تو مسلمانوں کو غالب اکثریت حاصل ہے یا وہ تعداد میں دوسری قوموں کے برابر ہیں۔ ان نو آزاد شدہ ممالک کے نام یہ ہیں۔

ایشیا میں عراق۔ شام۔ لبنان، پاکستان ملائشیا، انڈونیشیا، اردن اور کویت، افریقہ میں لیبیا، طونس، الجزائر، مراکش، سوڈان صومالیہ، چاڈ، نائیجیریا، مالی۔ موریطانیہ، سینیگال، گنی، آئیوری کوسٹ، داہومی، کیمرون، گیبون، تنزانیہ، اس حقیقت کی روشنی میں اگر ہم اس مختصر مدت کو احیائے اسلام کا دور کہیں تو بجا ہے۔

اس وقت کرۂ ارض پر بسنے والے ۲ ارب ۴۶ کروڑ ۵۰ لاکھ انسانوں میں سے ہر چھٹا آدمی مسلمان ہے۔ ادارہ اقوام متحدہ کے ایک سو سترہ ممالک میں سے ۳۰ ممالک وہ ہیں جن میں مسلمانوں کو یا تو اکثریت حاصل ہے یا وہ تعداد میں دوسری قوموں کے برابر ہیں۔ اکیسواں ملک انڈونیشیا ہے (جو فی الحال اقوام متحدہ کا رکن نہیں) دو علاقے (کشمیر اور فلسطین) متنازعہ ہیں اور چند ریاستیں (یمن۔ بحرین۔ قطر۔ مسقط۔ عمان، شارجہ، ام القوین، میسرہ، دوبئی، راس الخیمہ، اجمان، ابو دابی) ابھی تک برطانیہ کے زیر اقتدار ہیں، اگر ہم موجودہ کوائف کا مقابلہ پہلی جنگ عظیم کے بعد کے زمانے کے کوائف سے یا دوسری جنگ کے اختتام کے کوائف سے کریں جب کہ اقوام متحدہ کے اعلان پر دستخط کرنے والے ممالک میں صرف چھ مسلم ممالک کے نام ملتے ہیں تو بجا طور پر حوصلہ اور بھی بڑھ جاتا ہے مسلمان ممالک کی اتنی بڑی تعداد کی آزادی محض اتفاق یا حادثہ نہیں کہا جا سکتا اس کا سبب مسلمان عوام کی بیداری ہے۔ البتہ یہ کہنا کہ حالات سازگار تھے تو کوئی بے محل بات نہیں

آج دنیا میں ۴۲ کروڑ ساٹھ لاکھ مسلمان آباد ہیں توحید پرستوں کی یہ عظیم ملت یوں تو ہر جگہ آباد ہے لیکن ایشیا اور افریقہ میں ان کی تعداد زیادہ ہے جس کا کوئی اندازہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے کیا جا سکتا ہے۔

ایشیا:۔ ۳۲ کروڑ ۱۵ لاکھ ۴۲ ہزار
افریقہ:۔ ۸ کروڑ ۱۶ لاکھ ۷۸ ہزار
یورپ:۔ ایک کروڑ ۲۴ لاکھ ۲۵ ہزار
شمالی امریکہ:۔ ۳۳ ہزار
جنوبی امریکہ:۔ ۳ لاکھ ۲۴ ہزار
متفرق ایک لاکھ دو ہزار (آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ اوشنیا میں)

مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی والے دو ملک ہیں۔ پاکستان اور انڈونیشیا۔ سب سے بڑی اقلیتیں بھارت اور چین اور روس میں ہیں جہاں بالترتیب پونے پانچ کروڑ۔ چار کروڑ اور ساڑھے تین کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ افریقہ میں مسلمانوں کی قابل ذکر اقلیتیں گھانا۔ کینیا۔ یوگنڈا۔ اور ایتھوپیا میں آباد ہیں۔ دنیا کی مذہب وار تقسیم میں مسلمان تقریباً عیسائیوں کے نصف کے برابر ہیں۔

دنیا بھر میں مسلمانوں کا پھیلاؤ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مسلمان ہر قوم کے ساتھ رواداری سے رہ سکتے ہیں ان کا دستور حیات کسی لحاظ سے ان کی ترقی اور پھیلاؤ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ بلکہ اسلامی دستور حیات میں یہ خصوصیت ہے کہ دینی اصولوں کو نظر انداز کئے بغیر مسلمان دوسری تہذیبوں کی بعض باتوں کو ضرورت کے مطابق اپنا لیتے ہیں مثلاً ترکی میں یورپی تمدن کی جھلک نظر آتی ہے۔ شمالی افریقہ (الجیریا۔ طونس۔ مراکش) میں لوگ فرانسیسی تمدن سے متاثر ہیں۔ اسی طرح پاکستان برطانوی تہذیب سے متاثر ہے چین کے مسلمان چینی طرز حیات اور انڈونیشیا اور ملایا کے مسلمان اپنے علاقوں کی مقامی تہذیب کو اپنائے ہوئے ہیں۔

مسلمان ملکوں کے درمیان اس وقت جو رابطے موجود ہیں ان کا جائزہ لینے سے پہلے ایک بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ زیادہ ملکوں کو آزاد ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے اس لئے ابھی تک رابطہ و اتحاد کا کام جاری ہے۔ اس وقت اسلامی دنیا میں مندرجہ ذیل رابطے قائم ہیں۔

عرب لیگ:۔ اس اتحاد میں صرف تیرہ عرب ممالک شریک ہیں۔ بد قسمتی سے یہ اتحاد زبان کی بنیاد پر قائم ہے

علاقائی ترقی کا ادارہ:۔ (R.C.D)
یہ اتحاد ترکی۔ ایران۔ اور پاکستان میں قائم ہوا ہے دوسرے ممالک بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں

عالمی ادارہ کی بنیاد:۔

اس عالمی ادارہ کی بنیاد ۱۹۲۶ء میں مکہ شریف میں رکھی گئی تھی۔ لیکن اس کا موثر کام ۱۹۵۱ء میں شروع ہوا جب کہ اس کی پہلی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کا مقصد اسلامی دنیا میں باہمی تعاون اور مفاہمت کو فروغ دینا ہے۔ موتمر کا دفتر کراچی میں ہے صدر مفتی اعظم امین الحسینی فلسطینی ہیں نائب صدر نائیجیریا کے احمد بیلو مرحوم تھے۔ اور سیکرٹری پاکستان کے انعام اللہ خان ہیں۔ یہ جماعت ابھی تک اتنی موثر اور فعال نہیں جتنا کہ اسے ہونا چاہیئے چونکہ موتمر کے اجلاس میں ممالک کے سربراہ وزرائے اعظم اور وزرائے خارجہ حصہ نہیں لیتے لہذا اسے سیاسی لحاظ سے کوئی وقعت حاصل نہیں۔

اس قسم کی کانفرنس مارچ ۱۹۶۵ء میں انڈونیشیا میں منعقد ہوئی۔ لیکن رکن ممالک کی سیاسی نوک جھونک کی نذر ہو گئی۔ اور کوئی ٹھوس نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مندرجہ بالا اتحادوں کے علاوہ بعض ممالک میں تجارتی اور اقتصادی تعلقات موجود ہیں، لیکن وہ عالمی نوعیت کے نہیں۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا سے پاکستان کے تعلقات پر روشنی ڈال جائے پاکستان کی پچھلے اٹھارہ برس سے یہ پالیسی رہی ہے کہ وہ تمام مسلمان ممالک سے دوستانہ اور ہمدردانہ تعلقات رکھے ایران اور ترکی کے ساتھ وہ سنٹو معاہدہ میں شریک ہے اس کے علاوہ علاقائی ترقی کے ادارہ میں بھی انڈونیشیا کے ساتھ بھی اس کے گہرے مراسم ہیں۔ مجموعی پالیسی کو حالی کے واقعات سے سمجھا جا سکتا ہے بھارت کے پاکستان پر جارحانہ حملے کے بعد عرب ممالک کے سربراہوں نے پاکستان کے موقف کی جو پر زور اور کھلم کھلا تائید و حمایت کی ہے وہ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ ان سے پاکستان کے تعلق استوار ہو چکے ہیں۔ ایران ترکی اور انڈونیشیا نے حمایت کا اعلان کیا ہے اس کے علاوہ نائیجیریا سعودی عرب اردن صومالیہ اور متعدد دوسرے اسلامی ممالک نے پاکستان کے موقف کی حمایت کی ہے ان سب حالات سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فی الحال پاکستان کے اسلامی دنیا سے تعلقات خاصے گہرے ہیں۔

عالمی اتحاد

مسلم ممالک کے درمیان آج جس طرح کے رابطے موجود ہیں وہ بین الاقوامی سیاست کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے دنیا اسلامی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے جستہ جستہ یا فرداً فرداً حمایت اتنی ممتاز نہیں ہوتی جتنی موثر ۳۱ ممالک کی متحدہ حمایت ہو سکتی ہے۔ مگر اس قسم کے عالمی اتحاد میں کچھ مزاحمتیں بھی نظر آتی ہیں جن میں خاص کر مغربی ملکوں اور کمیونسٹ ممالک کے مفادات شامل ہیں۔ لیکن جوں جوں حالات بدل رہے ہیں کل مسلم دنیا میں اتحاد کے امکانات روشن ہو رہے ہیں۔ عرب لیگ کی خامی اب ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایک محدود اتحاد جس میں دوسرے ممالک کی شرکت کے دروازے بند ہوں اثر میں بھی یقیناً محدود رہے گا۔ ہر چند کہ سیاسی اور اقتصادی مصلحتوں کے پیش نظر بھی عالمی روابط کے قیام کی ضرورت ہے لیکن اس بات کے قطع نظر مسلمانوں پر ایک دوسرے سے دوستی اور ہمدردی مذہباً بھی فرض ہے اسلام کا پیغام صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے ہر انسان اور ہر قوم کے لئے ہے اسلام مادی اور روحانی زندگی میں توازن پیدا کرتا ہے۔ اس کی نیکی اور بدی کا پیمانہ ابدی اور آفاقی سچائیاں ہیں ان باتوں کا مقصد روئے زمین پر قابل عمل روح پرور اور انسانیت کی فلاح کا ضامن دستور حیات رائج کرنا ہے۔" (روزنامہ مشرق لاہور)

وصیت

ضروری نوٹ:۔

مندرجہ ذیل وصیت مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے قبل صرف اس لئے شائع کی جا رہی ہے تاکہ اگر کسی صاحب کو اس وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو وہ پندرہ دن کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

۲۔ اس وصیت کو جو نمبر دیا گیا ہے وہ ہرگز وصیت نمبر نہیں ہے بلکہ یہ مسل نمبر ہے وصیت نمبر صدر انجمن احمدیہ کی منظوری حاصل ہونے پر دیا جائے گا۔

۳۔ وصیت کنندہ، سیکرٹری صاحب مال اور سیکرٹری صاحب وصایا اس بات کو نوٹ فرما لیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ ربوہ)

مثل نمبر ۱۸۰۰۸:۔ میں عبد الصمد ولد عبد الرحیم صاحب قوم منگول پیشہ طالب علم عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۶/۶۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرے والد صاحب کی طرف سے مبلغ دس روپے جیب خرچ ملتے ہیں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ نیز میری وفات پر جو بھی ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی۔ میری وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

العبد:۔ عبد الصمد خان طاہر۔ لاہور

گواہ شد:۔ سید مبارک احمد سرور۔ انسپکٹر وصایا۔

گواہ شد:۔ عبد الرحیم خان۔ والد موصی مذکور۔ لاہور ۲۳ جون ۱۹۶۵ء

فی زمانہ مسلمانوں کی ترقی دو امور کے ساتھ وابستہ ہے

اپنے اندر سچا ایمان پیدا کریں اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ موجودہ زمانہ میں مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے ہیں فرماتے ہیں:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں بھی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت قائم کی جائے اور ان کے دلوں میں اس پر سچا ایمان پیدا کیا جائے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اب بھی اللہ اللہ کہتے پھرتے ہیں مگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آجکل مسلمانوں کے نزدیک اللہ کے معنے صفر کے ہیں چنانچہ جب کسی شخص کے گھر میں کچھ نہیں رہتا تو وہ کہتا ہے کہ میرے گھر میں تو اللہ ہی اللہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے گھر میں کچھ نہیں۔ گویا اللہ کے معنے ان کے نزدیک ایک صفر کے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں جب مسلمان کہتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ ہی اللہ ہے تو اس کے معنے یہ ہوتے تھے کہ آسمان بھی ہمارے ساتھ ہے اور زمین بھی ہمارے ساتھ ہے۔ پہاڑ بھی ہمارے ساتھ ہیں اور دریا بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ مگر آجکل یہ کیفیت ہے کہ بھیک مانگنے والے فقیر ہر جگہ یہ کہتے سنائی دیں گے کہ اللہ ہی اللہ۔ اللہ ہی اللہ۔ اور ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں خدا کے لئے ہمیں کچھ کھانے کو دے دو۔ پس مسلمان اگر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر سچا ایمان پیدا کریں اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکہ اور روس نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا لئے ہیں جن کی وجہ سے دنیا ان سے مرعوب ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ سے دعائیں کی جائیں اور اپنے اندر سچا ایمان پیدا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی کوئی نہ کوئی توڑ پیدا فرما دے گا پہلے میرا خیال تھا کہ امریکہ یا روس ایٹم بم کا کوئی توڑ پیدا کر لیں گے۔ مگر اب قرآن کریم پر غور کرنے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ روس اور امریکہ اس کا توڑ پیدا نہیں کریں گے بلکہ آسمان سے ایسے شہاب ثاقب گریں گے جن سے ان کے تمام بم بیکار ہو کر رہ جائیں گے اور وہ دنیا کی تباہی کے ارادوں میں ناکام رہیں گے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کریں اور اس سے سچا تعلق پیدا کریں۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیں تو ان کی تلواریں توپوں سے بھی زیادہ کام کریں گی اور ان کے تھوڑے سے روپے کروڑوں ڈالروں اور پونڈوں سے بھی زیادہ نتیجہ خیز ہوں گے۔ کیونکہ مومن کے روپیہ میں اللہ تعالیٰ بڑی برکت پیدا فرما دیتا ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک اشرفی دی اور فرمایا کہ میرے لئے قربانی کا ایک اچھا سا دنبہ خرید لاؤ جب وہ واپس آیا تو اس نے آپ کی خدمت میں دنبہ بھی پیش کر دیا اور اشرفی بھی واپس دے دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اشرفی کیوں واپس کر رہے ہو اس نے کہا یا رسول اللہ میں باہر دیہات میں نکل گیا تھا۔ یہاں تو ایک اشرفی کا ایک ہی دنبہ آتا ہے مگر باہر گاؤں میں جا کر ایک اشرفی کے دو دنبے مل گئے۔ جب میں واپس آیا تو میں نے شہر میں ایک دنبہ ایک اشرفی میں فروخت کر دیا۔ اب دنبہ بھی حاضر ہے اور اشرفی بھی آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے روپیہ میں بڑی برکت پیدا فرما دیتا ہے اور اس کا تھوڑا سا روپیہ بھی اس کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔"

(الفضل ۲۷ اگست ۱۹۵۸ء)

خدا سے چاہیئے ہے لو لگانی
کہ سب فانی ہیں پر وہ غیر فانی

(کلام محمود)

مشرقی پاکستان میں کشتی الٹنے کے حادثہ میں ستر افراد ہلاک ہو گئے

سو سے زائد مسافروں نے تیر کر جان بچائی۔ حادثہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا

ڈھاکہ ۳۱ جنوری۔ چاند پور کے قریب دریا میں ایک کشتی ڈوب جانے سے ۷۰ افراد ہلاک ہو گئے ہیں اس میں دو سو کے قریب مسافر تھے جن میں سے سو افراد تیر کر کنارے پہنچ گئے۔ اور باقی افراد کو امدادی پارٹیوں نے پانی سے نکال لیا ۲۶ افراد کو جو ڈوبنے سے بچا لئے گئے ہیں چاند پور ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ حادثہ پرسوں رات میگھنا اور ڈکاٹیا دریاؤں کے سنگم پر پیش آیا جب یہ کشتی ایک سٹیمر سے ٹکرا گئی۔

بدقسمت کشتی "چیالی" ضلع فرید پور کے علاقہ بارلیال سے سواریاں لے کر آ رہی تھی۔ سب ڈویژنل افسر چاند پور نے بتایا ہے کہ دریا سے لاشوں کو برآمد کرنے کے لئے غوطہ خوروں کی خدمات حاصل کی جا چکی ہیں اور امدادی کام ابھی پوری رفتار سے جاری ہے۔ اب تک ۱۵۰ افراد کی جانیں بچائی جا چکی ہیں۔ اور ۱۹ افراد ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اس کشتی کے عملہ کے ایک شخص کو گرفتار کیا جا چکا ہے اور باقی فرار ہو گئے ہیں

سب ڈویژنل افسر نے بتایا یہ حادثہ شام کو ساڑھے چھ بجے کے قریب پیش آیا۔ اس وقت یہ کشتی چاند پور گھاٹ سے صرف ۵۰ گز دور تھی۔ حادثہ کے بعد سٹیمر کو ساڑھے نو بجے کے قریب آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے عملہ کے کسی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا ہے۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ حادثہ کا شکار ہونے والی کشتی میں سوار مسافروں کی تعداد کا اندازہ ڈیڑھ سو سے دو سو افراد ہے ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگ تیر کر دریا کے کنارے جا لگے ہوں۔ اس حادثہ کی تحقیقات کے لئے ایک مجسٹریٹ کا تقرر کیا گیا ہے

راولپنڈی کے سکول کل سے کھل جائیں گے

راولپنڈی ۔ ۳۱ جنوری۔ ڈائریکٹر تعلیم راولپنڈی نے آج اعلان کیا ہے کہ تمام سکول یکم فروری سے کھل جائیں گے۔ ان سکولوں میں تمام پرائمری سکول اور ہائی سکول شامل ہیں جو ۱۲ جنوری کو بند کر دیئے گئے تھے۔

صدر ایوب علاقائی تعاون کی وزارتی کونسل کا افتتاح کریں گے

اجلاس جمعرات کو اسلام آباد میں منعقد ہوگا۔

راولپنڈی ۔ ۳۱ جنوری ۔ ترکی، ایران اور پاکستان کے علاقائی تعاون کے معاہدے کی وزارتی کونسل کا اجلاس جمعرات کو اسلام آباد میں منعقد ہوگا جس میں تینوں ملکوں کے درمیان اقتصادی تعاون کے سلسلے میں اہم فیصلے کئے جائیں گے۔ صدر محمد ایوب خان اس اجلاس کی صدارت کریں گے۔ اور اس میں تینوں ملکوں کے وفود کی قیادت وزرائے خارجہ کریں گے

علاقائی تعاون کے معاہدے کے سیکرٹری جنرل مسٹر ... نے کہا ہے کہ وزارتی کونسل کے اجلاس میں تینوں ملکوں کے درمیان ترقیاتی تعاون کو آگے بڑھانے کے لئے ٹھوس اقدامات پر غور کیا جائے گا۔

علاقائی تعاون کے منصوبوں کے سلسلہ میں وزارتی کونسل کے سابقہ اجلاس میں جو چودہ سب کمیٹیاں قائم کی گئی تھیں۔ انہوں نے بہت سی تجاویز مرتب کر لی ہیں، اسلام آباد میں وزارتی کونسل کے اجلاس سے قبل علاقائی منصوبہ بندی کی کونسل کا اجلاس ہوگا۔ یہ کونسل اپنی سفارشات وزارتی کونسل کے لئے پیش کرے گی۔

ثقافتی کمیٹی نے تینوں ملکوں کے درمیان اساتذہ، طلباء، نوجوانوں اور فن کاروں کے تبادلہ کے متعلق سفارشات مرتب کی ہیں۔ اس ضمن میں سفر کی سہولتوں اور سیاحت کے متعلق لکھنے والے صحافیوں اور ادیبوں کے تبادلہ کو بھی آخری شکل دی جا رہی ہے۔

علاقائی تعاون کی منصوبہ بندی کمیٹی مال کے تبادلے ادائیگی کی سہولتوں اور تجارتی دفاتر قائم کرنے کی سہولتوں اور تجارتی دفاتر قائم کرنے کی سہولتوں کے بارے میں بھی غور کرے گی۔